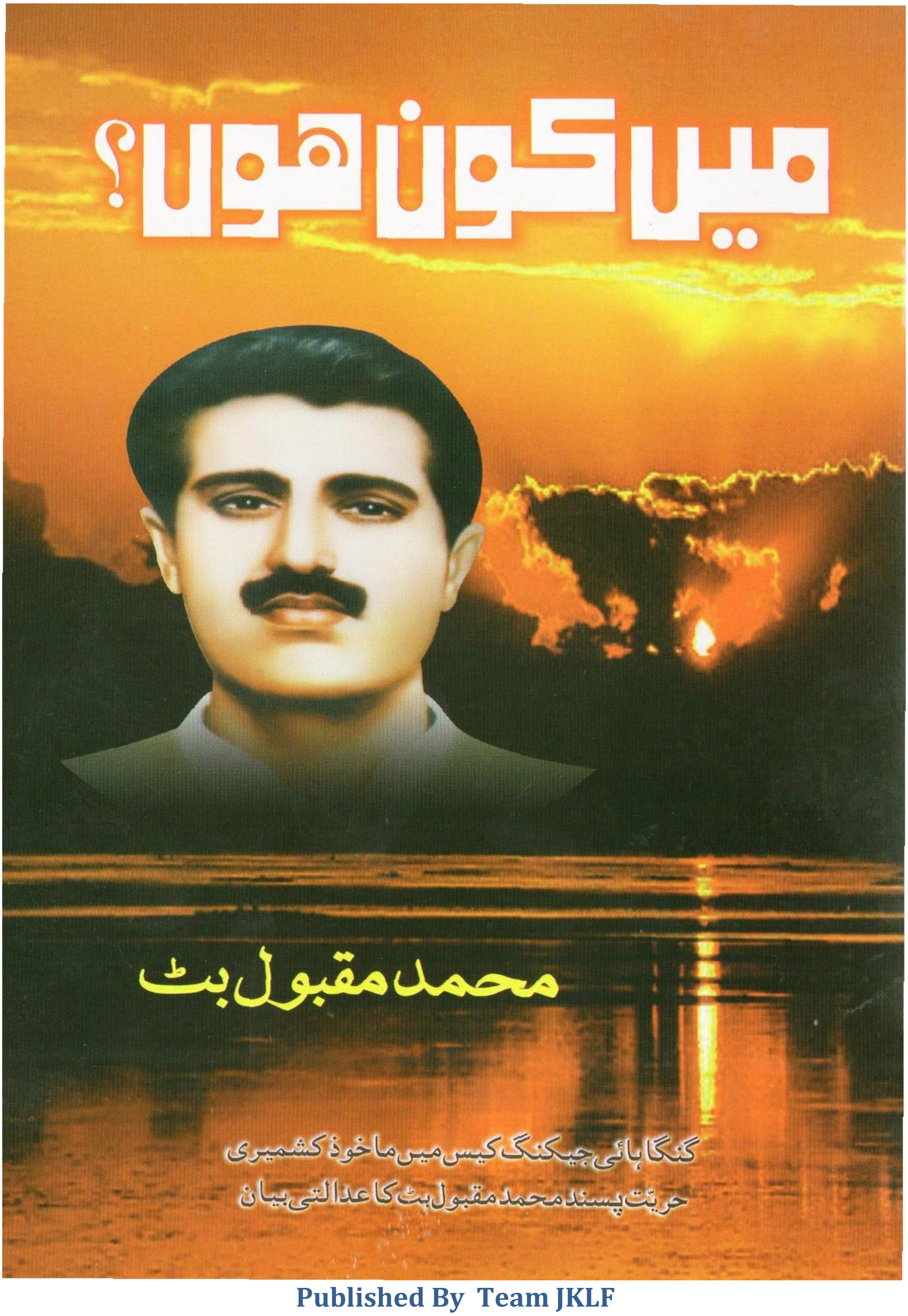


Published By Team JKLF

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں کون ہوں؟

گنگا ہائی جیکنگ کیس میں ماخوذ کشمیری
حریت پسند محمد مقبول بٹ کا عدالتی بیان

محمد مقبول بٹ

Published By Team JKLF

علم و آگہی کا تابناک سفر،

حقیقت کے متلاشیوں کے لئے،

قدم قدم حقیقتیں

نِکس

نام کتاب : میں کون ہوں؟

مصنف : محمد مقبول بٹ

پیشکش : نیشنل انسٹیٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز (نِکس) میر پور

اہتمامِ اشاعت : جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ (JKSLF)

تعداد : 1000

قیمت : 50/-

NATIONAL INSTITUTE OF KASHMIR STUDIES

House No. 59 Sector F-2 Mirpur Jammu Kashmir.

Cell: 0092-344-5663443, E-mail: niks.mirpur@gmail.com

Published By Team JKLF

حرفِ آغاز

بطلِ حریت شہیدِ کشمیر مقبول بٹ شہید کا اپنے دستِ مُبارک سے لکھا ہوا ایک ایک لفظ کشمیری قوم کے لئے تقدس واحترام کے لائق ہے۔ زیرِ مطالعہ مختصر کتابچہ ان کے اُس تاریخی عدالتی بیان پر مشتمل ہے جو انہوں نے گنگا ہائی جیکنگ کیس کے دوران شاہی قلعہ لاہور کے عقوبت خانے میں پاکستان کے جلاد، ظالم اور آمر حکمران یحییٰ خان کے حاشیہ برداروں کے ہاتھوں اذیتیں سہنے کے دوران کال کوٹھری میں بیٹھ کر لکھا تھا اور پھر پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ میں پیش کیا تھا۔ یہ تاریخی دستاویز ہم کشمیریوں کے لئے ایک سبق آموز داستان بھی ہے اور نشانِ منزل بھی۔ اسے ہم جدوجہد آزادیٔ کشمیر کا دستور و منشور قرار دیں تو بے جا نہ ہوگا۔

وقت گزر گیا یحییٰ خان اور اُس کے حواری اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گئے۔ آج دنیا انہیں لعن طعن کرتی ہے۔ اُدھر مقبول بٹ شہید اور اُن کے وہ عظیم ساتھی جنہوں نے ان شیطان صفت پاکستانی حکمرانوں کے ہاتھوں ظلم وتشدد برداشت کیا، آج مادرِ وطن جموں کشمیر کے یہ عظیم جانثار لاکھوں دلوں کی دھڑکن بن چکے ہیں اور ان کی قربانیاں قوم کے لئے نشانِ منزل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

شہیدِ کشمیر کے اس عدالتی بیان کو ایک الگ کتابچے کی صورت میں منظرِ عام پر لانے کے لئے ہم ادارہ نِکس میرپور کے ڈائریکٹر ممتاز کشمیری محقق ومصنف محمد سعید اسعد صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس دستاویز کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کے لئے ہماری ہر ممکن راہنمائی فرمائی۔

ہم قارئین کرام جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن کے جملہ کارکنان اور دیگر آزادی پسند

خواتین وحضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس تاریخی دستاویز کو حرف بہ حرف پڑھیں اور اسے کما حقہٗ سمجھنے کی کوشش کریں۔ شہیدِ وطن کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ تحریر تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے نصاب کا ابتدائی قاعدہ ہے۔ تحریکِ آزادیٔ کشمیر کی اساس اور بنیاد یہی ہے۔ آزادی پسندوں کو اسے نہ صرف خود ازبر کر لینا چاہیے بلکہ اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔

اس تاریخی دستاویز کو شائع کرتے ہوئے ہم SLF کے عہدیداران و کارکنان اس عزم کا عہد کرتے ہیں اور اعلانیہ حلف اُٹھاتے ہیں کہ ہم تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے لئے مقبول بٹ شہید کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے۔ مصلحتوں اور مفادات کا شکار نہیں ہوں گے اور ذاتیات، برادرازم، علاقائیت یا لسانیت جیسے فتنوں کا شکار نہیں ہوں گے۔ تحریک کے وسیع تر مفاد میں ہم ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں گے۔

منجانب:

احسن اسحاق (چیئرمین SLF) 0333-5723604

سعد انصاری (سینئر وائس چیئرمین) 0341-8884879

مدثر حسین شاہ (جنرل سیکرٹری) 0344-5165551

توصیف احمد خان (چیف آرگنائزر) 0313-8999509

☆

Published By Team JKLF

کچھ اِس بیان کے بارے میں

یوں تو مقبول بٹ کی زندگی میں کئی غیر معمولی واقعات رونما ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے سب سے زیادہ ''غیر معمولی'' واقعہ اس سرفروش پر حدِ متارکہ کے دونوں جانب بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلنا ہے۔

مقبول کے وطن کے سینہ پر سنگینوں سے مرتب ایک حدِ متارکہ کھچی ہوئی ہے، جسے وہ ایک منحوس لکیر کا نام دیتا ہے۔ 1966ء کے وسط میں وہ حریّت پسندوں کی ایک مختصر ٹولی کو لے کر سنگینوں کے اُس پار گیا اور وہاں بھارتی فوجوں سے مسلح معرکے لڑتا رہا۔ آخر ایک دن وہ کونیل کے مقام پر ایک خونین معرکہ لڑتے لڑتے گرفتار ہوا۔ گرفتار ہونے پر اس پر مقبوضہ کشمیر کی عدالت میں متواتر دو برس تک مقدّمہ چلا۔ یہ مقدّمہ اس پر (Enemy of Agents Ordinance) (دشمن کے ایجنٹوں سے متعلق آرڈیننس) کے تحت چلا۔ جس میں الزام یہ تھا کہ وہ دراصل پاکستانی انٹلیجنس کا ایک افسر ہے۔ جو پاکستان کے کہنے پر تخریب کاری کے لئے وادئ کشمیر میں داخل ہوا تھا۔ جب اس مقدمہ میں وہ مرحلہ آیا جہاں عدالت ملزم سے سوال کرتی ہے کہ کیا تمہیں کچھ کہنا ہے، تو مقبول بٹ نے اپنے مخصوص باتمکین انداز میں وہ چند الفاظ ادا کئے جن کی بازگشت کشمیر کی تاریخ میں تاقیامت جاری رہے گی۔ مقبول بٹ نے عدالت سے کہا:

'' مجھے اس عدالت سے صرف اتنا کہنا ہے کہ حکومت مجھ پر غلط قانون کے تحت مقدمہ چلا رہی ہے۔ بہر حال، اگر اس قانون کا عنوان بدل دیا جائے تو میں استغاثہ کے لگائے ہوئے الزامات کو درست تسلیم کرلوں گا۔ میں اس قانون کے عنوان کو خصوصی طور پر رد کرتا ہوں۔ مجھ پر بھارتی مقبوضہ حکومت یہ الزام لگاتی ہے کہ میں دشمن کا ایجنٹ ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں کسی کا

ایجنٹ نہیں ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ مقبول بٹ کسی کا ایجنٹ بن سکے۔ اس حکومت کو چاہیے کہ مجھے اچھی طرح پہچان لے۔ میں ہی تو دراصل اس کا دشمن ہوں۔ حقیقی اور ازلی دشمن! میں کشمیری عوام کی آزادی حاصل کرنے کے ارادے کا مظہر ہوں، پس میں اس عدالت کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ پر مقدمہ چلانے کے لئے ایک نیا آرڈی نینس جاری کیا جائے جس کا عنوان ہو ''حقیقی دشمن کو سزا دینے کا آرڈی نینس''۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس آرڈی نینس کے تحت میں بخوشی اقرار کرلوں گا کہ میں بھارتی سامراج کا بدترین دشمن ہوں''۔

بھارتی عدالت نے مقبول بٹ کو پھانسی کی سزا سنائی۔ مقبول بٹ نے اسے ''شکریہ'' کہہ کر قبول کرلیا! اس کے بعد، مقبول بٹ تھا، اُس کے ساتھی تھے، جیل کی مہیب کوٹھری میں موت کا انتظار تھا اور مقبول بٹ کا موت پر فتح پانے کا عزمِ صمیم! بہرحال واقعات کی یہ کڑی آج کل عدالت میں زیرِ بحث ہے اور ہم اس موقع پر اظہارِ خیال سے احتراز کرتے ہیں۔

آج اس واقعہ کو چند برس ہی گزرے ہیں کہ مقبول بٹ ایک بار پھر ملزم کے کٹہرے میں کھڑا ہے اور حسبِ سابق پھانسی کا پھندہ اس کے سر پر لٹک رہا ہے۔ یحییٰ آمریت کے طفیل مقبول بٹ کو ایک بار پھر یہ موقع ملا ہے کہ عدالت اس سے پوچھے کہ کہو تم نے کیا کہنا ہے، اور وہ اپنے مخصوص باتمکین انداز میں بھرے ہوئے حیریّت پسند کی طرح گرجے! موجودہ مقدّمہ میں مقبول بٹ نے اپنا بیان 23 جون 1972ء کو دیا ہے، اور اس بیان کی حیثیت بھی کم تاریخی نہیں ہے، گو کہ اس تمام کارروائی کا ماحول پہلے سے بہت مختلف تھا۔ اس مقدمہ میں مقبول بٹ کا جج نیل کنٹھ گنجونہ تھا بلکہ پاکستان کے دو معزز جج یعنی جناب جسٹس یعقوب علی اور جناب شیخ عبدالقادر۔ یہی وجہ ہے کہ مقبول بٹ کے حالیہ بیان میں ایک عجیب روحانی اضطراب کا رنگ غالب ہے۔ اس بیان کے لہجہ میں رنج ہے، افسردگی ہے، تاسف ہے، افہام وتفہیم کی خواہش، غلط فہمی دور کرنے کی کوشش، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں مقبول بٹ کا مخصوص بے باکانہ اور مجاہدانہ غرور کا انداز بھی صاف

طور پر جھلکتا نظر آتا ہے۔ مثلاً مقبول لکھتا ہے: ''جو لوگ حریت پسندوں کا شیوہ اختیار کرتے ہیں وہ انتہائی صبر آزما حالات میں بھی بے چین یا مضطرب نہیں ہوا کرتے ۔ میں کامل سکون اور صبر و استقامت کے ساتھ اس معزز عدالت کے فیصلے کو سنوں گا۔ میں اسے انبیاء کی سنت اور انقلابیوں کا شیوہ تصوّر کرتا ہوں''۔ مقبوضہ کشمیر میں نیل کنٹھ گنجو کے روبرو مقبول بٹ کا بیان دشمن کے منہ پر ایک طمانچے کا اثر رکھتا تھا۔ ظاہر ہے کہ پاکستانی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے اس کا مقصد بہت مختلف تھا۔

اس ملک کی تاریخ میں عدالتی بیان کو ایک مخصوص مقام حاصل ہے۔ برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں مولانا محمد علی جوہر اور حسرت موہانی کے بیانات سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایوب آمریت کے دور میں ملزم کے کٹہرے سے ذوالفقار علی بھٹو کی چھنگار تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہے گی۔

مقبول بٹ کے اس عدالتی بیان کی ادبی حیثیت خواہ کچھ بھی ہو یہ امر مسلّمہ ہے کہ یہ بیان بھی کشمیر کی تاریخ آزادی کی ایک اہم دستاویز ثابت ہوگا۔ اشرف قریشی کے عدالتی بیان کے الفاظ میں مقبول بٹ ''قائد انقلاب'' ہے اور کشمیری عوام کی مسلح جدوجہد کرنے کے ارادے کی ''علامت'' بن چکا ہے۔ پس یہ اٹل ہے کہ اس کے ہونٹوں سے کی گئی ہر بات اور اس کے قلم سے لکھا ہوا ہر لفظ کشمیریوں کے سینہ کی لوح میں محفوظ رہے گا۔

(ڈیفنس کمیٹی برائے ہائی جیکنگ کیس)

میں کون ہوں؟

محمد مقبول بٹ

(عدالتی بیان)

اسے سوءِ اتفاق کہیے یا حالات کی ستم ظریفی، مجھے اس خاص عدالت کے سامنے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے اور ایک خاص حکم کے تحت مجھ پر چند ایسے الزامات کے تحت مقدمہ چلایا جا رہا ہے جو نہ صرف بے بنیاد اور حقیقت سے بعید ہیں بلکہ اگر انہیں میرے وطن کی آزادی کے دشمنوں کے ذہن کی اختراع اور جموں کشمیر کے مصروفِ جدوجہد عوام کے ساتھ ایک ظالمانہ مذاق قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مجھے اور میرے ساتھیوں کو ملزموں کی صف میں کھڑا کرنے والے پاکستان کے خود ساختہ حکمرانوں اور ان حالات و کوائف کے متعلق جن کے تحت یہ مقدمہ ''معرضِ وجود'' میں لایا گیا، تاریخ اپنا فیصلہ صادر کر چکی ہے۔ تاریخ کا یہ فیصلہ اس قدر واضح ہے کہ اس پر مزید روشنی ڈالنے یا اس کی توضیح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس بیّن فیصلے کی روشنی میں جب میں اس مقدمے اور اس کے تحت کی جانے والی کارروائی پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے یک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے اور اس تمام کارروائی کو میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ تاریخ کے اس فیصلے نے ہمارے اور ہمارے مدِ مقابل گروہِ منافقین کے درمیان ایک واضح خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے۔

Published By Team JKLF

آئندہ نسلوں کو ہمارے تشخص کے بارے میں اب کوئی غلط فہمی نہ ہوگی اور یوں اس گروہِ منافقین کے بارے میں قرآن کا یہ ارشاد پورا ہو گیا۔

''وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا ۔ وَإِذَا خَلَوْا إِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ''۔

اس گروہ نے مظلوم عوام کے ساتھ جو ظالمانہ مذاق روا رکھا تھا اس کی پاداش میں یہ کچھ ہونا چاہئے تھا کہ وہ ایک ایسی طغیانی میں گھر جائیں جہاں سے ان کا فرار ناممکن ہو۔

میں نے یقیناً نہ تو خود کوئی سازش تیار کی اور نہ ہی سازشیوں کے کسی گروہ میں شامل رہا ہوں ۔ میرا کردار ہمیشہ واضح اور غیر مبہم رہا ہے ۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ فرسودگی ، دولت پسندی ، استحصال ، ظلم ، غلامی اور منافقت کے خلاف بغاوت کا مرتکب ہوا ہوں ۔ استعماری نظام کا پروردہ پاکستانی حکمران طبقہ جس کی نمائندگی اس ملک کی نوکر شاہی اور فوجی آمریت انجام دیتی رہی ہے اگر اسے ''**سازش**'' قرار دے تو مجھے یہ الزام درست تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ۔

میرے نزدیک یہ کوئی انوکھی بات نہیں ۔ تاریخ کے ہر دور میں استحصال اور غلامی کے خلاف جب بھی کوئی تحریک شروع کی گئی ، اسے دبانے کے لئے اقتدار و اختیار پر قابض روائیتی حکمرانوں نے ہمیشہ قانون کی لغت کے اس لفظ جسے ''سازش'' کے نام سے پکارا جاتا ہے ، کا سہارا لیا ہے ۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ ظالم اور مظلوم کی جنگ میں مآلِ کار فتح مظلوم کی ہوتی ہے اور ظلم کی عمارت مظلوم عوام کی انقلابی جدوجہد کے مقابلے میں دھڑام سے زمین بوس ہوتی ہے ۔ میں نے ہمیشہ خود ستائی سے نفرت کی ہے تاہم اب جبکہ میرے پاک کردار کو غلط رنگ دینے کی دانستہ کوشش کی جارہی ہے ۔ مجھے یہ دعویٰ کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے کہ میں نے زندگی کے ہر موڑ پر حق و انصاف کا ساتھ دیا ہے اور ظلم و استحصال کے خلاف مصروفِ جنگ عوام کی نہ صرف حمایت کی

ہے بلکہ اس جنگ میں مظلوم عوام کا نقیب اور مدعی رہا ہوں ۔ میں نے جان بوجھ کر اپنے لئے یہ رول متعیّن کیا ہے اس لئے میں اسے انبیاء کی سنت اور انقلابیوں کا شیوہ تصوّر کرتا ہوں ۔ مجھے اس رول کی کامیابی اور اس پر منتج ہونے والی انسانی فلاح پر ہمیشہ کامل یقین رہا ہے ۔

میں اس معزز عدالت کے نوٹس میں یہ بات لائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گو اس مقدمے میں بظاہر صرف چھ اشخاص کو ملوّث کیا گیا ہے ۔مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تمام کارروائی کا اصل مقصد ہماری تحریک حریّت کو کچلنا اور اس کے مدعیوں کے راستے میں شدید قسم کی رکاوٹیں کھڑا کرکے انہیں راہِ عمل کو ترک کرنے پر مجبور کرنا ہے ۔ پاکستان کی نوکر شاہی کے ''مقدمہ ساز دماغوں'' کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس امر سے قطع نظر کہ اس مقدمے کے انجام کے طور پر میرے اور میرے ساتھیوں کا مقدر خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، جس اصل مقصد کو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ، اس میں سوائے رسوائی اور ناکامی کے انہیں اور کچھ نہیں ملے گا ۔آزادی کی قومی تحریکوں کو عدالتوں فیصلوں کی مدد سے اگر روکا جاسکتا تو دنیا میں شاید ہی کوئی قوم آزاد ہوتی ۔اگر انسانی تہذیب وتمدن اور جمہوریت وآزادی کے ارتقاء کو مروجہ عدالتی یا انتظامی کارروائیوں سے ختم کرنا ممکن ہوتا تو آفرینشِ آدم سے لے کر اب تک دنیا میں جتنے انقلاب آئے ہیں تاریخ میں ان کا وجود تک نہ ہوتا ۔انسانی فلاح وآزادی کی تحریکوں سے متعلق فیصلے مروجہ عدالتوں میں نہیں بلکہ خود تاریخ کے ارتقائی عمل کی عدالت میں کئے جاتے ہیں ۔ اس لئے کہ مروجہ عدالتیں بجائے خود اس نظام کی مرہونِ منت ہوتی ہیں جسے بدلنے کے لئے یہ تحریکیں جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اس نوع کے عدالتی فیصلے تاریخی عمل کی روشنی میں بسا اوقات ناکارہ اور متروک قرار دیئے جاتے ہیں ۔

میرے وطن اور اس میں بسنے والے نصف کروڑ کے لگ بھگ عوام کی آزادی کے خلاف آج تک جو سازشیں ہوئی ہیں ان کا تفصیلی جائزہ اس مختصر سے بیان میں سما نہیں سکتا، بہرحال ان سازشوں کے اس پہلو کو نمایاں کرنا ضروری ہے جس کے نتیجے میں یہ مقدمہ عدم سے وجود میں لایا گیا

ہے۔

کشمیری عوام کے خلاف سازش کا یہ پہلو ہمارے اعلانیہ دشمنوں نے نہیں بلکہ ان کے کوتاہ اندیش اور بدخواہ ''**دوستوں**'' نے ترتیب دیا ہے جنہوں نے اس بدقسمت ملک کی قیادت پر اوچھے طریقوں سے قبضہ کر کے نہ صرف اس میں بسنے والے تیرہ کروڑ انسانوں کو طویل عرصے تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا بلکہ اپنی بساطِ اقتدار کو سہارا دینے کے سازشی عمل میں اس کے وجود کو ہی داؤ پر لگایا۔ ظاہر ہے ایسی قیادت جو خود اپنے عوام سے دشمنی اور غداری کی مرتکب ہوئی ہے۔ ایک ایسی قوم کی دوست اور خیر خواہ کیونکر ثابت ہو سکتی جو ہنوز غلامی سے چھٹکارا پانے کے لئے مصروفِ جنگ ہو۔ مجھے یہ بات کہنے سے کوئی نہیں روک سکتا کہ پاکستان کی برسرِ اقتدار قیادت نے گذشتہ 25 برس کے دوران ہر مرحلے پر'' آزادی کشمیر'' کے مسئلے کو اپنی ہوسِ اقتدار کے مقصد کے لئے ایکسپلائٹ (EXPLOIT) کیا اور ملک کے کروڑوں عوام جنہیں کشمیر کی آزادی سے سچی لگن تھی اور اب بھی ہے، کے معصوم جذبات کا سہارا لے کر اپنی غیر مخلص قیادت کا سنگھاسن قائم رکھنے کے لئے اس مسئلے کو ناجائز طور پر استعمال کیا۔ جب زمامِ اقتدار فوجی آمریت کے ہاتھوں میں آ گئی تو اس سازش نے مزید بھیانک روپ دھار لیا اور اس کے منطقی انجام کے طور پر نہ صرف پاکستان اپنا اصل وجود کھو بیٹھا بلکہ عملاً ہماری تحریک آزادی اگر صدیوں نہیں تو کم از کم برسوں پیچھے ضرور چلی گئی۔

یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ روزِ اوّل سے ہی ہماری تحریک اور اس ملک کی حکمران نوکر شاہی اور فوجی آمریت کے درمیان ایک قسم کا ٹکراؤ پیدا ہوا۔ اس ٹکراؤ کا بنیادی سبب مقاصد اور طریقِ کار کا اختلاف ہے۔ ہم نے اپنے وطن کی آزادی کے لئے مسلح جدوجہد کا جو نظریہ پیش کیا اس ملک کے فوجی حکمرانوں نے محض بدنیتی کے باعث اسے کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ نہ صرف یہ کہ اس کو پسند نہیں کیا بلکہ اس نظریے کی بنیاد پر کسی عملی تحریک کے ابھرنے میں ہمیشہ رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ یہ

سلسلہ اس قدر طویل ہے کہ اس پر واقعات کی روشنی میں ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں تاہم یہ نوبت ابھی تک نہیں آئی تھی کہ مقاصد اور طریقہ کار کے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر ہمیں وطن دشمن قرار دیئے جانے کا فیصلہ کیا جاتا۔

مجھے اور میرے ساتھیوں کو وطن دشمن قرار دیئے جانے کا فیصلہ فوجی حکمرانوں نے عین اس وقت کیا جبکہ وہ اپنے ناجائز اقتدار کو سہارا دینے اور اس ملک پر فوجی آمریت کی سیاہ رات کو طول دینے کی مجرمانہ کوشش کے سلسلے میں ایک سازشی ڈرامہ کا آخری سین تیار کر رہے تھے۔ یہ فروری 1971ء کا آخری ہفتہ تھا اور راولپنڈی کے ''ایوانِ صدر'' میں قابض فوجی آمروں کا ٹولہ پاکستان کے تیرہ کروڑ عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی روکنے کے لئے اپنے منصوبے تیار کرنے میں مصروف تھا۔

اپنی تاسیس سے لے کر 24 فروری 1971ء تک این۔ ایل۔ ایف کے بارے میں حکمرانوں کے کسی طبقے کی جانب سے نہ تو کسی قسم کے شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کی کارروائیوں، جن میں گنگا کی ہائی جیکنگ کا واقعہ بھی شامل تھا، کے متعلق یہ باور کرنے کی کوئی وجہ موجود تھی کہ ان کے پیچھے کوئی خفیہ مقصد کارفرما ہے۔ تاہم محولہ بالا سازش کی تکمیل کے لئے حکمران ٹولے نے این۔ ایل۔ ایف اور ہائی جیکنگ کے واقعہ کو اپنے عوام دشمن اور جمہوریت کش منصوبوں کا جواز پیدا کرنے کی خاطر چند غیر حقیقی اور بے بنیاد اسباب کے سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ 24 فروری 1971ء کو ہی ایوانِ صدر راولپنڈی سے اس سلسلے میں اوّلین ہدایات جاری کر دی گئیں۔ انٹر سروسز انٹیلی جنس بیورو کو حکم دیا گیا کہ وہ ہائی جیکنگ کے واقعہ کی تحقیقات کرے۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی گئی کہ حریّت پسندوں کو عوام اور پریس سے دور رکھا جائے اور انہیں کسی خاموش مقام پر منتقل کیا جائے۔ جب ہم نے اس ہدایت کے پسِ منظر کے بارے میں دریافت کیا تو ہمیں بتایا گیا کہ '' ملک ایک نازک سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اور شیخ

مجیب الرحمٰن کے ساتھ آئینی امور کے بارے میں جو آویزش شروع ہوئی ہے اسے حل کرنے کے لئے مغربی پاکستان میں سازگار ماحول پیدا کرنے کی غرض سے فی الحال کشمیر کے بارے میں عوام کے جذبات کو ٹھنڈا رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں سمجھایا گیا کہ شیخ مجیب چونکہ ہندوستان سے دوستی کے خواہشمند ہیں اس لئے وہ یہ بات پسند نہیں کرتے کہ کسی بھی معاملے پر فی الوقت ہندوستان کے ساتھ کنفرنٹیشن (CONFRONTATION) کو ہوا دی جائے۔ محض اس جذبے کے تحت کہ مبادا ہماری تحریک کے باعث پاکستان کا آئینی بحران سنگین صورت نہ اختیار کر جائے اور یوں ہماری نیّت کے بارے شکوک پیدا نہ ہو جائیں، ہم نے اس سلسلے میں تعاون کیا اور حریّت پسندوں کو راولپنڈی سے ٹانڈہ ڈیم منتقل کئے جانے پر رضامند ہو گئے۔

چند ہی روز بعد ایوانِ صدر سے قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس کے التوا کا اعلان کیا گیا اور یوں ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ملک کو درپیش آئینی بحران کی شدت میں اضافہ کیا گیا۔ سابق فوجی آمر کے اس اعلان کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں جو المناک واقعات پیش آئے انہیں برپا کرنے کا منصوبہ پہلے سے طے کیا جا چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی شیخ مجیب کو راولپنڈی آکر سابق صدر سے مذاکرات کی دعوت دی گئی اور جب اس نے یہ دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو مارچ 1971ء کے دوسرے ہفتے میں ایوانِ صدر سے ایک اور اعلان جاری ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ سابق صدر شیخ مجیب سے مذاکرات کے لئے ڈھاکہ جانے والے ہیں۔ یحییٰ خاں کی ڈھاکہ روانگی سے ایک روز قبل وزارتِ خارجہ کے ایک ترجمان نے اعلان کیا کہ ہائی جیکنگ کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے گی۔ عدالتی تحقیقات کے اس فیصلے کے بارے میں جب ہم نے حکومتِ پاکستان کے متعلقہ حکّام سے وضاحت چاہی تو ہمیں بتایا گیا کہ یحییٰ مجیب مذکرات میں ہائی جیکنگ کے واقعہ پر گفتگو لازماً ہوگی اور شیخ صاحب جہاز کے جلائے جانے کے بارے میں تحقیقات کا مطالبہ کر چکے ہیں اس لئے اس اعلان سے ڈھاکہ مذاکرات میں تلخی کا ایک پہلو ختم ہو جائے گا۔ ہمیں یہ

بھی بتایا گیا کہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔اس کا مقابلہ کرنے اور بین الاقوامی شہری ہوابازی کی تنظیم کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ایک سرسری سی تحقیقات ضروری ہوگئی ہے۔تا کہ عالمی سطح پر اس واقعہ میں پاکستان کے ملوث نہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا جا سکے۔ ہمیں یہاں تک بتایا گیا کہ اگر ضرورت محسوس کی گئی تو کمیشن قائم کیا جائے گا ورنہ شاید اس کو نوبت بھی نہ آئے۔

20 مارچ 1971ء کو عین اس وقت جبکہ ڈھاکہ میں یحیٰی مجیب مذاکرات فیصلہ کُن مرحلے میں داخل ہو چکے تھے اور فوجی حکمرانوں نے اپنی سازش کی بساط بچھا دی تھی اور صرف موزوں وقت کا انتظار کر رہے تھے۔مرکزی حکومت نے کمیشن کے قیام کا اعلان کر دیا۔کمیشن کی شرائط استصواب کو جان بوجھ کر خفیہ رکھا گیا اور متعلقہ حکّام برابر یہی تاثر دیتے رہے کہ کمیشن محض ایک Eye Wash ہے۔25 مارچ 1971ء کو یحیٰی خاں کے اصل عزائم بے نقاب ہو کر سامنے آ گئے اور مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی شروع کر دی گئی۔اس کے ٹھیک دو روز بعد 27 مارچ 1971ء کو تحقیقاتی کمیشن نے بھی کام شروع کر دیا۔کمیشن میں شامل دو ارکان حکومت شعبہ ہائے سراغرسانی سے تعلق رکھتے تھے۔جبکہ تیسرے رکن مسٹر راحت سعید چھتاری وزارتِ خارجہ کے نمائندے تھے۔یہ وہی مسٹر چھتاری ہیں جن کو اس ملک کی پہلی عوامی حکومت نے شدید بدعنوانیوں کے الزام کی بنا پر ملازمت سے برطرف کر دیا ہے۔

واقعات کا یہ تسلسل ظاہر کرتا ہے کہ مجھے اور میرے دوسرے ساتھیوں کے خلاف اس مقدمے کے سلسلے میں جو کارروائی کی گئی اس کے پیچھے ایک خاص مقصد کارفرما تھا۔یہ مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ فوجی حکمران ٹولے نے مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کر کے ملک کو جس شدید خانہ جنگی سے دوچار کر دیا تھا اس کے لیے اپنی مرضی کے مطابق علاوہ دیگر اسباب کے ایک اور جواز پیدا کیا جائے۔تحقیقاتی کمیشن نے حکمرانوں کی خواہش کے مطابق ایک رپورٹ

مرتب کر کے یہ مقصد پورا کر دیا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ کمیشن کی رپورٹ صدر کو پیش کیے جانے سے چھ روز قبل یعنی 14 اپریل کو ہی مجھے اور میرے دیگر کئی ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور کمیشن کی رپورٹ کے منظرِ عام پر لائے جانے کے بعد ہماری تحریک کو ختم کرنے کے لیے دار و گیر کا جو سلسلہ شروع کیا گیا اس کے تصوّر سے وحشت ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اقتدار کے نشے میں دھت اور خود کو اس ملک کے سیاہ و سفید کا مالک تصوّر کرنے والے ان حکمرانوں نے تاریخ کی اٹل حقیقتوں کو فراموش کر دیا تھا۔ اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ قدرت کی تعزیریں بڑی سخت ہوا کرتی ہیں، حق کے مقابلے میں باطل کی قوتیں بظاہر کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہوں مآلِ کار انہیں شکست ہوتی ہے اور سچائی اپنا وجود منوا کر ہی رہتی ہے۔ قدرت نے جلد ہی اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ حکمران ٹولہ جو اپنی سازشوں کی قربان گاہ پر ہمیں بھینٹ چڑھانے کی کوشش میں مصروف تھا، ہمارے مستقبل کو تاریک بنانے سے قبل ہی خود اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

حریّت پسندی کا دعویٰ کرنا یوں تو بڑا آسان ہے مگر اس راستے پر چل پڑنے کے لیے بڑے ہی دل گردے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس راستے کے مسافروں کو زندگی کے ہر موڑ پر آزمائشوں اور امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بعض آزمائشیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ بیگانے تو کیا اپنے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن سے دستگیری کی توقع ہوتی ہے وہ نہ صرف دست کش ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے مفاداتِ خصوصی کے پیشِ نظر رہزنوں کی صف میں بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جدو جہد کا میدان یقیناً ایک کسوٹی ہے جو حق کے علمبرداروں اور باطل پرستوں کو ہی نہیں بلکہ منافقین کو بھی اپنے اپنے مقام پر لا کھڑا کرتی ہے۔ زندگی کے اُس دور میں جو میں نے اپنے وطن کی جنگِ آزادی میں گزارا ہے، مجھے نہایت ہی کٹھن اور صبر آزما امتحانوں سے گزرنا پڑا ہے۔ ایسے مراحل بھی آئے جب نہ صرف یہ کہ کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں تھا بلکہ خود اپنی صلاحیتیں بھی جواب دے دیتی تھیں ایسے موقعوں پر صرف ایمان کی قوت اور ارادے کی پختگی

ہی مقاصد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں مددگار ثابت ہوئے۔

یقیناً یہ بات حریّت پسندوں کے شایانِ شان نہیں کہ وہ راہِ عمل میں پیش آنے والی مشکلات اور آزمائشوں کے بارے میں گلہ گزار ہوں حق تو یہ ہے کہ آزمائشوں کے یہ دور حریّت پسندانہ زندگی کا لازمہ ہوتے ہیں اور انہیں خندہ پیشانی سے گلے لگانا ہی انقلابیوں کا شیوہ ہوتا ہے آزمائشیں، آلام اور صعوبتیں اس صورتِ حالات کا ایک حصہ ہوتی ہیں جن سے حریّت پسندوں کو ہر وقت سامنا رہتا ہے۔ حریّت پسندانہ سرگرمیوں کی پاداش میں ان ابتلاؤں کے علاوہ ایک اور کٹھن مرحلہ سے بھی واسطہ پڑتا ہے جسے عرفِ عام میں **تشدد** کہا جاتا ہے۔

مجھے ذاتی طور پر تشدد کے تین ادوار سے گزرنا پڑا ہے۔ یہ دور میری اسیری کے ان ایاّم پر مشتمل ہیں جن میں مجھے مقبوضہ کشمیر کے قابض حکّام، آزاد کشمیر میں متعین ایف آئی یو کے گیسٹاپو قسم کے فوجی افسروں اور آخر میں لاہور کے رسوائے زمانہ اور دورِ غلامی کی یادگار شاہی قلعہ کے پولیس افسروں سے پوچھ گچھ اور تحقیقات کے دوران واسطہ پڑا ہے۔ ان میں سے تشدد کے ہر دور کی داستان اس قدر طویل ہے کہ ان کی تفاصیل کے بیان کرنے کی اس بیان میں گنجائش ہی نہیں۔ البتہ ایک بنیادی حقیقت جس کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا یہ ہے کہ تینوں مقامات پر مجھ پر کئے جانے والے تشدد کے مقاصد بالکل مختلف تھے۔ مقبوضہ کشمیر میں مجھ پر اس لیے تشدد کیا گیا کہ قابض حکّام میری ذات اور تحریک کے بارے میں حقائق کی تلاش میں تھے۔ مظفرآباد کے ایف۔ آئی۔ یو والوں کو حقائق کی تلاش تو نہ تھی البتہ وہ اپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے مفروضات کے بارے میں مجھ سے تائیدی شہادت حاصل کرنا چاہتے تھے اور شاہی قلعہ لاہور کے ''گسٹاپو'' مجھ سے صریح جھوٹ کہلوانا چاہتے تھے اور ایک طے شدہ سازشی منصوبے کی تکمیل کے لیے مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق بیان دلوانا چاہتے تھے۔ یہ بات بھی اس ملک کے غاصب حکمران ٹولے کو ہی زیب دیتی تھی کہ اس کی انتظامی مشینری حقائق کو توڑ مروڑ کر خود ساختہ افسانوں کے لیے کردار گھڑنے کی مجرمانہ

سعی میں بھی انسانیت سوز وحشت و بربرّیت کا مظاہرہ کرتی اور ظلم وسفاکی کے اس عمل میں اس حد تک جا پہنچتی جہاں انسان کو اس کے ضمیر سے ہی محروم کیا جاتا ہے۔ لاہور کے شاہی قلعہ میں مجھے اور میرے ساتھیوں کو جس بہیمانہ تشدد کا شکار بنایا گیا اس کی چند تفاصیل میرے دیگر ساتھیوں نے اپنے تحریری بیانات میں درج کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی شاہی قلعہ میں بہت کچھ ہوا اور حقیقت تو یہ ہے کہ بعض تفاصیل اس قدر شرمناک ہیں کہ انہیں ضبطِ تحریر میں بھی نہیں لایا جاسکتا، شاہی قلعہ لاہور کے دو ماہ پر مشتمل دور میں تشدد و ظلم کا فیصلہ میں نے یومِ حساب پر اٹھا رکھا ہے۔

مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ یہ معزز عدالت اس مقدمے کے سلسلے میں میرے متعلق خواہ کیسا ہی فیصلہ کیوں نہ دے بہر حال میری ذات کے ساتھ انصاف نہیں ہوسکتا۔ میرے اس احساس کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے اس معزز عدالت کے ارکان کی دیانت کے بارے میں کوئی شبہ ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ استغاثہ نے میرے خلاف اپنے من گھڑت الزامات ثابت کرنے کے لیے فرضی واقعات کا جوتانا بانا تیار کیا ہے ان کی حقیقت منظرِ عام پر لانے کے لئے میں موجودہ حالات میں کوئی صفائی پیش نہیں کرسکتا۔ فرضی واقعات کی یہ کہانی اگرچہ بجائے خود الف لیلیٰ کی داستانوں سے بھی زیادہ افسانوی ہے تاہم استغاثہ کو اچھی طرح سے یہ معلوم تھا کہ میرے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے ہیں ان کی حقیقت اس وقت تک منکشف نہیں ہوسکتی جب تک میرا وطن جنگ بندی کی منحوس لکیر کے باعث دو ناقابلِ عبور حصوں میں منقسم رہے گا۔ تاہم مجھے کامل یقین ہے کہ میرے وطن کے اُفق پر آزادی کا حقیقی سورج طلوع ہو کر رہے گا۔ اور ہمارے دلوں پر کھینچی گئی یہ منحوس لکیر مٹ کر رہے گی۔ جس وقت یہ صورتِ حال پیدا ہو گی تو میرے کردار کے بارے میں اصل حقائق منظرِ عام پر آکر رہیں گے۔ میرے ساتھ صرف اس وقت انصاف ہوگا۔ یہ انصاف کشمیر کی تاریخ کی عدالت میں ہوگا۔ مجھ پر عائد کیا جانے والا ہندوستانی قابض حکّام کا یہ الزام بھی غلط ثابت ہوگا کہ میں نے پاکستانی ایجنٹ بن کر مقبوضہ کشمیر میں حکومت کا تختہ الٹنے کی مجرمانہ سازش کی تکمیل کے

لیے وہاں قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا اور پاکستانی نوکرشاہوں کا یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہوگا کہ میں نے ہندوستانی ایجنٹ بن کر ہائی جیکنگ جیسا حریّت پسندانہ اوپریشن کرایا۔

جو لوگ حریّت پسندی کا شیوا اختیار کرتے ہیں وہ انتہائی صبر آزما حالات میں بھی بے چین یا مضطرب نہیں ہوا کرتے۔ میں کامل، سکون اور صبر و استقامت کے ساتھ اس معزز عدالت کے فیصلے کو سنوں گا۔ البتہ مجھے اس وقت کا انتظار ضرور رہے گا جب میں اپنا مقدمہ اپنے عوام کی عدالت میں پیش کروں گا یہ عدالت انشاء اللہ آزادی کی فضا میں میرے اپنے وطن میں لگائی جائے گی اس عدالت میں وہ تمام ریکارڈ اور گواہ پیش کئے جائینگے جو میرے کردار سے وابستہ رہے ہیں۔ یہ عدالت میرے ساتھ ضرور انصاف کرے گی کیونکہ اس عدالت کے سامنے جو گواہ اور ریکارڈ پیش ہوگا اس کی تیاری میں نہ تو مقبوضہ سرینگر کے ''**مہتاب باغ**'' کے تفتیشی مرکز کا ہاتھ ہوگا اور نہ ہی مظفر آباد کے **دلائی کیمپ** اور لاہور کے **شاہی قلعہ** کے حکّام استغاثہ کی فرضی کہانیاں تیار کرنے پر مامور ہوں گے، وہاں انصاف ہوگا اور صرف انصاف......

اس خصوصی عدالت نے استفسارات کے دوارن مجھ سے ان اسباب کے بارے میں وضاحت طلب کی ہے جن کی بنا پر ایف۔آئی۔یو کے میجر نصیر گل خٹک نے اپنی رپورٹ میں سرینگر جیل سے میرے فرار کی صحت کو مشکوک قرار دیا تھا۔ عدالت میں دستاویزات کے معائنہ کے دوران ڈیڑھ سو کے قریب الفاظ پر مشتمل اس رپورٹ کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ رپورٹ نہ صرف واقعات کے بالکل منافی ہے بلکہ اگر اسے ایک کم فہم اور متعصب فوجی افسر کے ذہن کی پیداوار قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس رپورٹ کی بنیاد جن اسباب پر رکھی گئی ہے وہ تمام تر مفروضے ہیں اور انکا اصل صورتِ حال سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ میں اس بیان میں ان اسباب پر مفصل بحث نہیں کرسکتا کیونکہ یہ کام میرے معزز وکیل صفائی کا ہے۔ تاہم ایک بات جس نے کم از کم مجھے حیران کیا یہ ہے کہ فوج کے اس بزعم خویش ماہر سراغرساں افسر کو میرے فرار کی کہانی میں

بھی کچھ تضادات نظر آئے ہیں ۔فرار کی یہ کہانی اگر چہ ایک طویل داستان ہے تاہم میں نے اس کی تمام ضروری تفصیلات نہ صرف ایف ۔آئی ۔ یو میں تحقیقات پر مامور ماہر حوالداروں اور ایک عدد صوبیدار کو بتائی تھی بلکہ ایف ۔آئی ۔سی میں منتقل ہونے پر اس مرکز میں پوچھ گچھ کرنے والے افسروں کو لکھ کر دی تھیں ۔ یہ ضرور ہے کہ ایف ۔آئی ۔ یو کے حوالداروں کے پلے کچھ بھی نہ آیا اور اپنی جان چھڑانے کے لئے پوچھ گچھ کے آخری روز انہوں نے ایک نائب صوبیدار کو میرے بیان کی تکمیل پر مامور کیا جس کو میں گھنٹوں اپنی کہانی DICTATE کراتا رہا۔ایف ۔آئی ۔سی میں البتہ میری کہانی کو سمجھنے اور جانچنے کی کوشش کی گئی ۔ چھ ہفتوں کے طویل عرصے میں فرار سے متعلق منصوبہ بندی اوراس کی تکمیل کے بارے میں مجھ پر شدید اور مفصل جرح ہوئی اوراس کے نتیجے میں جو کچھ منظرِ عام پر آیا وہ ایف ۔آئی ۔سی اور ریویو بورڈ کی رپورٹوں کی صورت میں اس عدالت کے سامنے ہے ۔ مجھے فرار سے متعلق ان واقعات کو ایک مرتبہ پھر ضبطِ تحریر میں لانا پڑا تا کہ میرے معزز وکیل صفائی استغاثہ کے ان گواہوں پر جرح کر سکیں جو میرے فرار سے متعلق پولیس کی فرضی کہانی کے مطابق بیان دینے اس عدالت میں حاضر ہوئے تھے ۔ یہ تحریر میں نے اپنے معزز وکیل صفائی جناب اعجاز حسین بٹالوی کے لئے بطور رانسٹر کشنز لکھی تھی ۔ میں اسے من وعن اس عدالت کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں ۔ مجھے اس میں وہ تضادات کہیں بھی نظر نہ آئے جو میجر خٹک کی سراغرساں آنکھ کو دکھائی دیتے ہیں ۔

یہ ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کے فوجی سراغرساں اداروں کے ریکارڈ میں ہراُس شخص کو سیاہ (BLACK) قرار دیا جاتا رہا جو اس ملک پر تسلّط فوجی آمروں کی پالیسیوں اور طرزِ عمل سے اختلاف جیسے ''جرم'' کا مرتکب ہوا۔بعینہ ہر وہ شخص غدار اور دشمن کا ایجنٹ قرار دیا جاتا رہا جو قومی معاملات میں حکمران ٹولے کی منشا اور مرضی سے ہٹ کر کسی دوسرے لائحہ عمل پر چل پڑا۔

مجھے میجر خٹک اور اس کی قبیل کے دیگر تمام فوجی افسروں پر رحم آتا ہے۔ غلط نتائج اخذ کرنے میں ان کا اپنا قصور کم اور ان پر مسلّط پالیسی ساز جرنیلوں اور اس روایتی تربیّت کا زیادہ ہے جو نوآبادیاتی حکمرانوں سے ہماری فوج کو ورثے میں ملی ہے، وہ روایتی فوجوں کے جرنیل یوں بھی مسلح عوامی جدوجہد کے نظریے سے بیر رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ نظریہ فوجی مقاصد کے حصول کے لئے اسلحہ کے استعمال پر فوجیوں کی اجارہ داری کو ختم کرتا ہے۔ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فوجی آمروں نے دنیا کے کسی بھی حصّے میں مسلح عوامی جدوجہد کی حامی کسی بھی مصروفِ جنگ حریّت پسند تنظیم کی کبھی نہ تو حمایت کی اور نہ ہی مدد۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں اور جرنیل یحیٰی خاں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ روایتی جرنیلوں کی حکومتوں نے حریّت پسندوں کے مخالف عناصر سے ایسے گٹھ جوڑ کئے جو حریّت پسندوں کے لئے مشکلات کا باعث بنے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ الجزائر، ویت نام، فلسطین اور افریقہ کی دوسری حریّت پسند تنظیموں کو فوجی آمریّت کے دور میں نہ صرف یہ کہ مناسب سرکاری پذیرائی حاصل نہ ہوئی بلکہ سرکاری پروپیگنڈا مشینری انہیں ''چھاپہ مار'' تنظیموں کے نام سے عوام میں متعارف کرتی رہی اور ''چھاپہ ماری'' کے تصوّر کو کچھ اس طرح سے پیش کیا گیا گویا یہ اچھے اور سلیقہ مند سپاہیوں کا شعار نہیں بلکہ (GANGSTER) اور (DESPARADO) قسم کے پیشہ ورڈاکوؤں اور رہزنوں کا شیوہ ہے۔ اپنی مخصوص ذہنی پرداخت کے باعث روایتی فوجیوں کا مسلح عوامی جدوجہد کے نظریے سے تطابق ممکن ہی نہیں اور جب روایتی جرنیلوں کو سیاسی قیادت کے باعث مفادات خصوصی بھی حاصل ہوں تو ایسی صورت میں وہ انسانوں کی آزادی کے لیے چلائی جانے والی مسلح عوامی تحریکوں کو اپنا حریف اور دشمن تصوّر کرتے ہیں۔ پاکستان کا فوجی حکمران ٹولہ اپنے دورِ اقتدار میں کبھی بھی کشمیر میں عوامی طرز کی مسلح جدوجہد آزادی کا حامی نہیں تھا۔ اس ٹولے کو اس نظریے سے اتنی ہی نفرت تھی جتنی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو سور کے گوشت سے۔ یہی وجہ تھی کہ 1965ء کی جنگ اپنے مقصد کے اعتبار سے محض ایک کوششِ ناکام

ثابت ہو کر رہ گئی اور کشمیری عوام کے لئے انجام کار اس دستاویز غلامی پر منتج ہوئی جسے عرفِ عام میں **معاہدہ تاشقند** کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو زیرِعتاب لائے جانے کی اصل وجہ فوجی حکمرانوں کی یہی بنیادی مخاصمت ہے۔

استفسارات کے دوران مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ میں سروے آف پاکستان کی طرف سے جاری کردہ کسی بھی مفصّل اور کلاسیفائیڈ نقشے پر اس راستے کی وضاحت کروں جو میں نے سرینگر جیل سے فرار کے بعد آزاد کشمیر کی سرحد تک اختیار کیا۔ یہ نقشہ فراہم نہیں کیا جا سکا۔ لہذا مجھے ایک (UNRESTRICTED) نقشے پر ہی اس راستے کا تعین کرنا پڑا۔ چونکہ اس نقشے پر ان تمام مقامات کو دکھایا نہیں گیا ہے جن سے دورانِ سفر میرا گزر رہا لہذا میں عدالت کی توجہ کے لئے از خود ایک نقشہ بنا کر پیش کرتا ہوں، اس میں درج تفصیلات کی تصدیق اگر مقصود ہو تو میری تجویز ہے کہ فوج کے محکمہ سراغرسانی سے مفصّل قسم کا ممنوعہ نقشہ کشمیر منگوا کر اس کی جانچ پڑتال کی جائے۔ میں نے اس نقشے میں سفر کی تفصیلات تاریخ وار بیان کی ہیں۔

سولہ روز کا یہ سفر میری زندگی کا تاریخی سفر تھا۔ اس دوران مجھے جن تجربات اور مشاہدات سے سابقہ پڑا، میں اسے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ تصوّر کرتا ہوں۔ جیل سے فرار کی تکمیل میں میرے اپنے ذہن کی کاوشوں کے ساتھ ساتھ تائیدِ ایزدی کا دخل تھا مگر اس سولہ روزہ سفر نے میرے ایمان اور اعتقاد کو جلا بخشی۔ جس والہانہ عقیدت اور محبت کے ساتھ میرے وطن کے محکوم عوام نے میرے مشن کی تکمیل میں مجھ سے تعاون کیا اور قدم قدم پر میری دستگیری کی اس کے گہرے نقوش میں اپنے دل و دماغ سے کبھی مٹا نہیں سکتا۔ جس اخلاص اور جذبہ نیک نیتی کے مظاہرے اس دوران میں نے دیکھے اس کی روشنی میں میرا یہ یقین تازہ ہو گیا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب آزادی کا سورج طلوع ہو کر رہے گا اور غلامی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ مجھے محبت اور تشکر کے وہ آنسو ہمیشہ یاد رہیں گے جو ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوتے وقت مجھے اور میرے

ساتھیوں کو رخصت کرنے والوں کے معصوم چہروں پر قطار اندر قطار گرتے۔ قدرت اس قدر بے رحم یقیناً نہیں ہے کہ دلوں کی گہرائیوں سے نکلنے والی آہوں اور دعاؤں کو شرفِ قبولیت نہ بخشے۔ میں وہ رقت آمیز منظر کبھی نہیں بھولتا جب وادی کشمیر میں آباد اس آخری بستی سے میرے چند ہم وطنوں نے مجھے رخصت کیا۔ شام کے دھندلکے میں میرے مستقر پر موجود ان مقامی ساتھیوں اور دوستوں نے جس والہانہ عقیدت، آبدیدہ چہروں اور گلوگیر آوازوں کے ساتھ مجھے الوداع کہا، میں اس کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ انہیں کی دعاؤں کا اثر تھا کہ میں دسمبر کی خون منجمند کرنے والی سردی میں 13 اور 14 ہزار فٹ بلند نا قابلِ عبور برف پوش پہاڑوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پورے چھ روز کے مسلسل سفر کے دوران عبور کرتا ہوا اس عافیت گاہ میں پہنچ سکا تھا جسے **''آزاد کشمیر''** کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میرے ہم وطنوں نے لالچ اور سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر جس طرح مجھ سے تعاون کیا ہماری قومی تحریک آزادی میں وہ روشنی کا ایک مینار ثابت ہوگا اور آنے والی نسلیں اسے ایک قابلِ قدر نمونہ تصوّر کریں گے۔ یہ اس تعاون کا کرشمہ تھا کہ ہماری آزادی کی دشمن طاقتیں مجھے دوبارہ گرفتار نہ کرسکیں اور یوں عوامی تعاون کی مدد سے ہمارے خلاف دشمن کی جوابی کارروائی ناکام ہوگئی۔☆

استفسارات کے دوران مجھ سے نور العارفین کمیشن میں دیئے گئے میرے بیان کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا تھا جیسا کہ میں نے جواب دیا تھا، یہ بیان بنیادی طور پر درست ہے البتہ اس میں چند مقامات پر وضاحتوں کی ضرورت ہے۔ میں نے یہ بیان پہلی مرتبہ اس عدالت میں پڑھا اور جن نکات پر وضاحت اور تشریح کی ضرورت ہے، میں نے ان کو خط کشید کیا ہے۔ جب یہ بیان زیرِ بحث آئے گا وضاحت پیش کی جائے گی۔

☆ مقبول بٹ شہید کی سری نگر جیل سے فرار کی یہ ولولہ انگیز خودنوشت کہانی الگ کتابی صورت میں ادارہ نِکس میرپور نے شائع کی ہے۔ اسے ضرور پڑھیے۔

میں اب اس عدالت کا مزید وقت لینا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ خصوصی عدالت جلد سے جلد وہ فرض پورا کرے جو اسے ایک خصوصی حکم کے تحت تفویض کیا گیا ہے۔ میرے لئے سوائے اس کے فی الوقت اور کوئی راستہ نہیں کہ خود کو وقت کے بے رحم ہاتھوں کے سپرد کر دوں اور اس موقعہ کا انتظار کروں جب تعصّب، بدنیتی، ظلم، استحصال اور مکر و فریب کے بادل چھٹ جائینگے اور حق و انصاف کی روشنی عام ہو جائے گی۔ اس موقعہ پر میرا اصل مقدمہ اس وقت کی اصل عدالت میں پیش ہوگا اور میں انصاف کے لئے اپنے دست دراز کروں گا۔

محمد مقبول بٹ

محمد سعید اسعد کی نئی تحقیقی کاوش:

دیوانوں پہ کیا گزری

کشمیری حریّت پسندوں پر پاکستان کے عقوبت خانوں میں ڈھائے گئے ظلم و ستم کی کہانیاں

30 جنوری 1971ء کو سری نگر سے تعلق رکھنے والے دونو جوانوں اشرف قریشی اور ہاشم قریشی نے انڈین طیارہ گنگا دورانِ پرواز اغوا کیا اور لاہور لے آئے۔ دونوں ہائی جیکروں پر اور محاذ رائے شماری کے مرکزی قائدین جناب مقبول بٹ، جی ایم لون، میر عبدالقیوم، میر عبدالمنان، عبدالخالق انصاری ایڈووکیٹ اور پیر زادہ غلام مصطفےٰ علوی اور دیگر سیکڑوں آزادی پسند قائدین و کارکنان پر پاکستان کے عقوبت خانوں میں ظلم و ستم کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے گئے؟ شمعٔ آزادی کے ان پروانوں کو اپنے نصب العین سے ہٹانے کے لئے کیسی کیسی شرمناک سزائیں دی گئیں؟ یہ سزائیں دینے والے ظالم جلاّد کون تھے؟ پاکستان کے عدالتی کٹہروں میں کھڑے ہو کر اِن کشمیری حریّت پسندوں نے جو تاریخی بیانات قلم بند کروائے اور اپنے ساتھ روا رکھی گئی کہانیاں بیان کیں....... یہ سب کچھ پہلی بار کتابی صورت میں یک جا کر کے منظرِ عام پر لایا گیا ہے...... رونگٹے کھڑے کر دینے والی یہ کتاب ہماری قومی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ اسے ضرور پڑھئے۔ (قیمت: 300 روپے)

Published By Team JKLF

جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے اغراض ومقاصد

☆ ریاست کے تمام حصوں میں طلباء کے تمام مسلمہ حقوق کے حصول ، نظامِ تعلیم کی بہتری اور بنیادی مسائل کے حل کے لئے دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدوجہد کرنا۔

☆ طبقاتی نظامِ تعلیم کے خاتمے ،طلباء یونین کی بحالی سیلف فنانس (Self Finance) سکیم کے خاتمے ،فیسوں میں اضافے ،جیسے مسائل کے حل کے لئے جدوجہد کرنا۔

☆ ریاستی طلباء اور عوام کے ذہنوں میں سے نسلی ، علاقائی ،قبیلائی ،لسانی ،فرقہ وارانہ اور طبقاتی تعصبات ختم کر کے ان میں جذبۂ حریت کو اُجاگر کر کے حصولِ آزادی کے لئے احساسِ فکر وعمل اور اتحاد پیدا کرنا۔

☆ مطالعۂ کشمیر کو نصابِ تعلیم میں شامل کروانے کے لئے جدوجہد کرنا۔

☆ حسبِ ضرورت نظریاتی فکر کے حامل نوجوانوں کو شعوری تربیت کے لئے اقدامات کرنا۔

☆ مسئلہ کشمیر اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو بین الاقوامی سطح پر کشمیریوں کی حقیقی قومی آزادی اور خودمختاری کی تحریک کی شکل میں اُجاگر کر کے ریاست کی مکمل خودمختاری کے لئے بین الاقوامی حمایت حاصل کرنا۔

☆ ریاست کے معدنی وسائل پر غیر ریاستی قبضے کے خلاف جدوجُہد کرنا۔

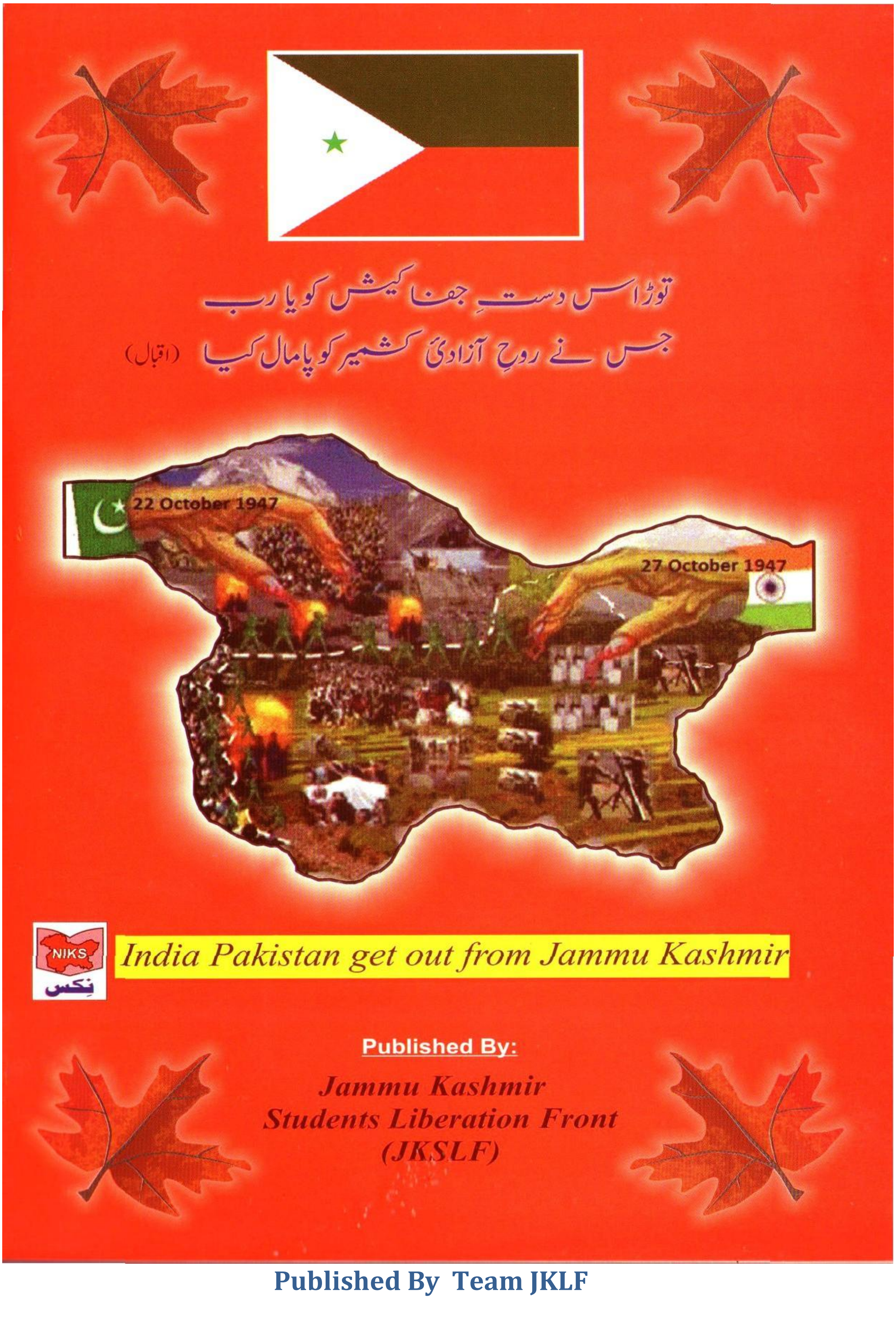
☆ قدرتی وسائل مثلاً جنگلات ،معدنیات ، پانی وبجلی کی پیداوار پر ریاستی ملکیت کے لئے جدوجُہد کرنا۔

☆ آزادی کے بعد معاشی اور سماجی انقلاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تمام قدرتی وسائل اور ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت میں لے کر خوشحال معاشرے کے قیام کے لئے جدوجُہد کرنا۔

☆ ریاست جموں کشمیر کو بیرونی جبری تسلط سے آزاد کروانے ،خودمختار مملکت بنانے اور اندرونِ ریاست قومی ، جمہوری ، سماجی انصاف پر مبنی غیر طبقاتی سماج کے لئے جدوجُہد کرنا۔

الداعی: جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ (JKSLF)

Published By Team JKLF



Published By Team JKLF